پورے ہال میں تالیوں کی گونج تھی۔ کچھ من چلے داد دینے کے لیے اپنی نشست سے کھڑے ہو چکے تھے۔ تعریفی الفاظ کی تکرار کے باعث کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ اسی جذب کے عالم میں خوب صورت غزل سناتا چلا جا رہا تھا۔

"اگر یہ کہہ دو بغیر میرے نہیں گزارہ تو میں تمہارا
یا اس پہ مبنی کوئی تاثر کوئی اشارہ تو میں تمہارا
غرور پرور انا کا مالک کچھ اس طرح کے ہیں نام میرے
مگر قسم سے جو تم نے اِک نام بھی پکارا تو میں تمہارا
تم اپنی شرطوں پہ کھیل کھیلو میں جیسے چاہوں لگاؤں بازی
اگر میں جیتا تو تم ہو میرے اگر میں ہارا تو میں تمہارا
تمہارا عاشق تمہارا مخلص تمہارا ساتھی تمہارا اپنا
رہا نہ ان میں سے کوئی جب تمہارا تو میں تمہارا
تمہارا ہونے کے فیصلے کو میں اپنی قسمت پہ چھوڑتا ہوں

لفظ معتبر ٹھہرے

ماورا طلحہ

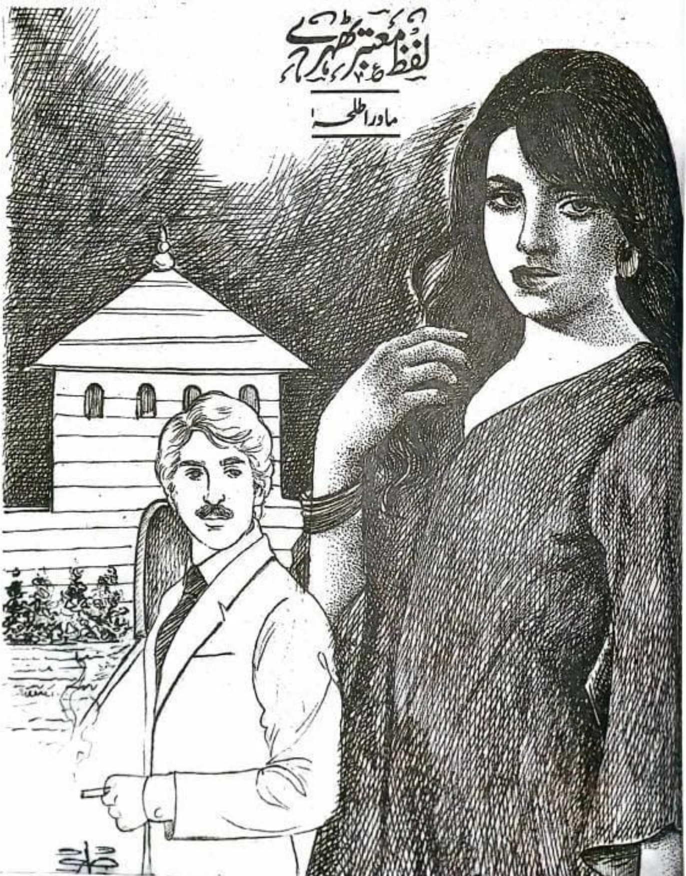

اگر مقدر کا کوئی ٹوٹا کبھی ستارہ تو میں تمہارا
یہ کس پہ تعویذ کر رہے ہو یہ کس کو پانے کے ہیں وظیفے
تمام چھوڑو بس ایک کر لو جو استخارہ تو میں تمہارا"

غزل کے اختتام تک سارا ہال ہی تقریباً کھڑا ہو چکا تھا۔ تو جوانوں کو اِک، اِک لفظ اپنی کیفیت کا عکاس محسوس ہو رہا تھا۔ وہ دونوں ہال میں سب سے آخری نشست پر بیٹھی ہوئی تھیں، کھڑے ہو کر تالیاں بجانے کے ساتھ، ساتھ اسٹیج پر بھی دیکھنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں جہاں داد سمیٹنے والا پیچھے ہٹ رہا تھا اور میزبان کسی دوسرے کو دعوت دینے والا تھا۔ میزبان کے مائیک سنبھالتے ہی ہی ہال کا شور نسبتاً کم ہو گیا۔

"شافیہ! تمہارے موبائل پر کال آ رہی ہے۔" وہ ماحول میں اس قدر گم ہو چکی تھی کہ رخشی کو اسے باقاعدہ جھنجوڑنا پڑا تھا۔

"تو ایسے جلادوں کی طرح کیوں بتا رہی ہو۔" وہ اسے گھورتے ہوئے اپنا بازو سہلانے لگی۔

"میں کب سے تمہیں آواز دے رہی ہوں لیکن تم نہ جانے کس دنیا میں گم ہو۔" رخشی پہلے ہی بھری بیٹھی تھی سو اب بھی اسے سنانے سے گریز نہیں کیا۔

"ایک تو یار یہ گھر والے بھی سکون نہیں لینے دیتے۔" اس نے اسکرین پر چمکتے نمبر کو دیکھا اور منہ ہی منہ میں بڑبڑا کے رہ گئی۔

"تم بھی حد کرتی ہو، ہمیں یہاں آئے تین گھنٹے ہو چکے ہیں، پہلے ہی اتنی مشکل سے اجازت ملی ہے اور تمہاری حرکتوں سے لگ رہا ہے دوبارہ ہمیں کہیں جانے کی اجازت نہیں ملنے والی۔" اسے اب غصہ آنے لگا تھا۔

وہ دونوں بچپن کی دوست ہونے کے ساتھ، ساتھ محلے دار بھی تھیں۔ دونوں کے شوق تقریباً ایک جیسے تھے لیکن ایک شاعری پر آ کے ان دونوں کی کبھی نہیں بنی تھی۔ رخشی بس پڑھنے کی حد تک شاعری سے شغف رکھتی جبکہ شافیہ نے لفظوں کی جادوگری کو جنون بنا رکھا تھا۔ کہیں بھی محفلِ مشاعرہ کا علم ہوتا وہ لڑ جھگڑ کر گھر والوں سے اجازت لے کر وہاں پہنچ جاتی اور ساتھ رخشی کی شامت آنا ضروری تھی کیونکہ ان دونوں کا ساتھ ہی اجازت کی ضمانت ہوتا تھا۔ آرٹس کونسل میں ہونے والے مشاعرے کے لیے اس نے کیسے اجازت لی وہ ایک الگ داستان تھی اور اب وہ گھر سے آنے والی کئی کالز کو نظرانداز کر کے یہاں رک کے رہنے پر مصر تھی جبکہ رخشی کا دل کسی پتے کے مانند کانپ رہا تھا۔

"اپنی بے تکی ضد چھوڑ دو، شہر کے حالات تم بھی جانتی ہو اور ابھی گھر جانے میں بھی گھنٹے سے زیادہ وقت لگنا ہے۔" وہ اب اسے دوسرے طریقے سے منانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم سب لوگ میرے شوق کے دشمن ہو۔ کیا ہو گیا ہے شہر کو؟ یہ سب لوگ بھی تو یہاں ہیں ناں، انہوں نے بھی گھر جانا ہے لیکن نہیں، حالات بس میرے لیے ہی خراب ہیں۔" وہ غصے میں بولتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور رخشی نے اسی پر شکر کیا۔

"اب پتا چلا میں کیوں جلدی نکلنے کا کہہ رہی تھی لیکن تم نے تو ان سب شاعروں کو گھر چھوڑ کے آنا تھا۔" وہ دونوں پندرہ منٹ سے کسی رکشے، ٹیکسی کے لیے کھڑی تھیں اور اب رخشی کا غصے سے برا حال تھا۔

☆☆☆

نیا دن نئی امیدیں لے کر بیدار ہو چکا تھا۔ زندگی معمول کی ڈگر پر رواں ہو رہی تھی۔ رات دیر سے سونے کے سبب آنکھ تاخیر سے کھلی۔ وہ خود کو اماں کی ڈانٹ کے لیے تیار کرتی کمرے سے باہر آ گئی لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔

"ارے باجی، آپ کب آئیں؟" اس کے لہجے میں خوشی کی واضح کھنک تھی لیکن حیرانی کا تاثر بھی موجود تھا کہ رات تک تو ان کے آنے کی کوئی خبر نہیں تھی۔

"ٹرین تاخیر سے آئی اس لیے رات پہنچنے کے بجائے صبح فجر کے وقت پہنچی ہوں۔" اپنا دو سالہ بیٹا اسے پکڑاتے ہوئے انہوں نے تفصیلی جواب دیا۔

وہ چھوٹے احد کو پکڑے ان سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئی۔ باجی کافی مہینوں بعد آئی تھیں لیکن احد ان سب کو پہچان رہا تھا کیونکہ دن میں کئی بار باجی کے ساتھ ویڈیو کال ہوتی تھی۔ اس کی چھوٹی، چھوٹی

معصومانہ باتیں سننے میں از حد مزہ آرہا تھا اور وہ اسی کے ساتھ مگن ہو چکی تھی۔

''اب اگر تم نے اٹھنے کی زحمت کرلی ہے تو گھر کے کام دیکھ لینا، یہ نہ ہو بچے کے بہانے ہاتھ جھاڑ کے بیٹھ جاؤ۔'' امی کو اس کا دیر سے اٹھنا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اور روزانہ صبح ملنے والی یہ ڈانٹ اسے اپنا ناشتا لگنے لگی تھی۔

''امی اس نے آپ کو برا ننگ کیا ہوا ہے اس لیے آپ اس سے جان چھڑانے کی تیاری کریں۔'' باجی کی بات پر اس نے مصنوعی غصے سے انہیں گھورا تھا۔

''میں بھی تمہارا ہی انتظار کررہی تھی اب تم آگئی ہو تو کوئی فیصلہ کرکے جانا، رشتے والی نے دو تین رشتے بتائے ہیں۔تم بھی ایک نظر دیکھ لو۔'' امی نے فوراً باجی کی بات پر رضامندی کا اظہار کیا۔

''امی! آپ ان رشتوں کو چھوڑیں پہلے میری بات سنیں۔ مجھے فواد نے خاص طور پر اس کے رشتے کی بات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔'' باجی نے فوراً سے بات شروع کردی اور ان کی بات نے اس کا سارا دھیان احد سے ہٹا دیا تھا۔

''کیا فواد کی نظر میں کوئی رشتہ ہے؟'' امی فوراً متوجہ ہوگئی تھیں۔

''جی امی اس بار پوسٹنگ کے دوران ہمسائیوں نے کافی خیال رکھا اور بعد میں بھی میرے ان کے ساتھ کافی اچھے تعلقات بنتے گئے۔ وہ آنٹی مجھے کافی پسند کرتی ہیں اور اکثر کہتی ہیں تمہاری کوئی اور بہن ہو تو میں اسے اپنی بہو بنالوں۔ شافیہ کی تصویر دیکھ کر وہ تو فدا ہوگئیں اور بار، بار اصرار کرنے لگیں۔ میں نے فواد سے ذکر کیا، انہوں نے پتا چلایا تو آنٹی کا بیٹا ان کی یونٹ میں ہی تھا اور وہ لڑکا انہیں کافی پسند تھا۔اس لیے انہوں نے پہلی فرصت مجھے آپ سے بات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔'' باجی نے ساری تفصیل امی کو بتائی۔

''میں آپ کو پہلے ہی بتا رہی ہوں مجھے یہ رشتہ منظور نہیں۔'' ان کی بات ختم ہوتے ہی وہ بول پڑی اور لہجہ کافی اکھڑ تھا۔

''میرے ہوتے تم کون ہوتی ہو یہ کہنے والی؟ اتنے رشتے تمہاری ان فضول باتوں کی وجہ سے رد کر چکی ہوں۔اب تمہاری ایک نہیں چلنے دوں گی۔'' اس کا دوٹوک جواب امی کو شدید غصہ دلا گیا تھا۔

''امی آپ پریشان نہ ہوں میں اس سے بات کرتی ہوں۔'' باجی نے امی کو چپ کروانے کی کوشش کی۔

''شافیہ! بہت اچھی فیملی ہے، تمہارے بھائی جان نے لڑکے کی بہت تعریف کی ہے اور سب سے بڑھ کر آنٹی بہت اچھی ہیں۔'' وہ اسے رشتے کی خوبیوں سے آگاہ کررہی تھیں۔

''یہ ہی تو مسئلہ ہے کہ بھائی جان کو یہ رشتہ پسند ہے۔'' اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے اپنی بات سمجھائے۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' انہیں اس کے لہجے سے شدید دھچکا لگا تھا۔

''باجی! مجھے شوہر کے روپ میں دوست چاہیے، ابا جان نہیں...... بھائی جان کو میں نے دیکھ رکھا ہے کتنے سنجیدہ اور خاموش طبع ہیں، ان کے ساتھ دس منٹ بیٹھنا مشکل لگتا ہے انہیں اپنا جیسا انسان ہی پسند آئے گا ناں۔'' اس کا منہ پھٹ انداز انہیں خاموش کروا گیا۔

''اوپر سے فوجی ہے اور فوج میں جانے والے کتنے اکھڑ مزاج ہو جاتے ہیں یہ بھی مجھ سے چھپا نہیں۔ باجی میرے لطیف سے جذبات کو آپ کیوں ٹھیس پہنچانے میں لگی ہوتی ہیں۔'' اس کے واضح انکار نے انہیں کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

''سب انسان ایک جیسے نہیں ہوتے شافیہ، فواد بے شک سنجیدہ طبیعت کے مالک ہیں لیکن اپنے رشتوں کے حوالے سے بے حد حساس ہیں، مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میری ان کے ساتھ کبھی کوئی تلخ کلامی ہوئی ہو۔'' وہ دوبارہ بولیں لیکن اسے قائل کرنے سے زیادہ وضاحتی انداز میں بات ختم کی۔

''آپ کی سب باتیں ٹھیک ہیں لیکن میرے احساسات کو سمجھنے کی کوشش تو کریں۔ میں پھول، بارش، ہوا، کوہسار کی دیوانی لڑکی، کوئی مجھے لفظوں سے جیتے اور میری ہار جانے کی خواہش جبکہ وہ صبح کے ساتھ صبح اور شام کو شام کرنے والا انسان......اس کے حکم

چلانے کی عادت میرے ساتھ قطعاً میل نہیں کھائے گی۔'' اس کے دلائل وہاں بیٹھے دونوں نفوس کو قطعاً قائل نہیں کر پائے تھے۔

''شازیہ! انہیں کہو ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں، کوئی مناسب وقت ملاقات کے لیے رکھ لیں۔'' امی جو کب سے اس کی اول فول باتیں سن رہی تھیں ایک دم فیصلہ کن لہجے میں بولیں اور وہ منہ کھولے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

''وہ تو میرے ساتھ ہی آنے کو تیار تھیں لیکن میں نے کہا کہ مجھے ایک بار گھر میں بات کرنے دیں۔'' ان کے چہرے پر اب وہ خوشی نہیں تھی جو بات شروع کرتے ہوئے تھی۔

اس نے بے یقین نگاہوں سے ان دونوں کی جانب دیکھا، امی جو اس کے ہر انکار کو اہمیت دیتی آئی تھیں آج اس کی توقع کے برعکس فیصلے کر رہی تھیں۔ وہ پاؤں پٹختی وہاں سے اٹھ گئی۔

☆☆☆

گھر میں اچھی خاصی ہلچل تھی۔ کچھ خاص رشتے داروں کے ساتھ محلے کے کچھ بڑے بزرگ بھی موجود تھے۔ شازیہ باجی اور فواد بھائی بھی دو دن پہلے آ چکے تھے جبکہ جس کے لیے سب اکٹھے ہوئے تھے وہ منہ سُجائے کمرے میں بیٹھی تھی۔

''یار مہمان آنے والے ہیں اور تم یوں اول جلول حلیے میں بیٹھی ہو۔'' رخشی، شازیہ باجی کے ساتھ باہر کے کام کروا کے ابھی فارغ ہوئی تو اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''تم سب نے ایویں گھر سر پر اٹھا رکھا ہے، منگنی ہی ہے کوئی شادی تھوڑی ناں ہو رہی ہے۔'' اسے رخشی کا سوال بالکل ہضم نہیں ہوا تھا۔

''مجھے باجی نے بتایا تو تھا کہ تم ان سے ناراض ہو لیکن ایسی بھی کیا ناراضی کہ اپنی زندگی کا اتنا حسین دن ضائع کر دیا جائے۔'' اس کی بھی چند دن پہلے منگنی ہوئی تھی۔ شافیہ کے احساسات اور رَدِّعمل مکمل طور پر اس سے مختلف تھا، اسی لیے وہ حیران ہو رہی تھی۔

''کوئی حسین دن نہیں ہے، بس امی کو ہمیشہ اپنے داماد کو خوش کرنے کے خیال آتے رہتے ہیں۔ پہلے ہر رشتے میں میری مرضی کا خیال رکھا اور جب بھائی جان کی جانب سے رشتہ آیا تب یوں ہاں کی جیسے وہ دنیا کا آخری لڑکا ہو، یہاں شادی نہ ہوئی تو میں کنواری مر جاؤں گی۔''

''اللہ نہ کرے، کیسی باتیں کرتی ہو۔'' رخشی اس کی بات سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ ''ویسے اس بار تم بیجا ضد پر اڑی ہو، میں نے تمہارے ہونے والے شوہر نامدار کی تصویر دیکھی ہے اچھا خاصا خوبرو بندہ ہے۔'' اس نے ماحول کی تلخی کم کرنے کی کوشش کی۔

''تم نے دوبارہ یہ لفظ بولا ناں تو کمرے سے نکال دوں گی۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کپڑے اٹھا کر تیار ہونے چل دی کیونکہ امی آتے جاتے اسے گھورنے میں مصروف تھیں۔

اس نے سفید رنگ کا بنارسی شرارہ اور کم لمبائی والی قمیص زیب تن کی جو باجی کی طرف سے تحفہ تھا۔ تیاری کے نام پر ہلکا سا میک اپ کیا اور بالوں کو سمیٹنے لگی۔ اس کے بال خوب صورت اور لمبے ہونے کے باعث سب کو ہی پسند آتے تھے، اس پل بھی رخشی نے اس کے بالوں کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھا۔

''شافیہ! شعرا جن زلفوں کی تعریف میں زمین و آسمان ایک کرتے ہیں ناں میرا خیال ہے وہ سب شاعری تمہاری زلفوں پر کی گئی ہے۔'' رخشی اس کی مدد کرنے کے لیے آگے آ گئی۔ اس کی بات پر وہ مسکرانے لگی تھی۔

''میں بھی یہ ہی سوچتی تھی میرے زندگی میں شامل ہونے والا مجھے تعریفوں بھرے خط لکھا کرے گا جبکہ یہاں تو لیس سر، نو سر والا معاملہ ہو گیا ہے۔'' اس نے بالوں کی چٹیا باندھی اور خاموشی سے دوبارہ بیٹھ گئی۔

☆☆☆

وہ گیلری میں کھڑی ڈوبتے سورج کو یاسیت سے دیکھ رہی تھی۔ گہرے ہوتے سائے اس کے وجود کو اداسی کے کنویں میں دھکیل رہے تھے۔ وہ جن سوچوں کے ساتھ زندگی کے نئے مدار میں داخل ہوئی دو ماہ گزرنے کے باوجود اسی مدار میں گھوم رہی تھی۔ نیا

گھر، نئی زندگی، نئے لوگ کچھ بھی اس کی سوچوں کا رخ تبدیل نہیں کر سکا۔ جس کے لیے وہ نئے بندھن میں بندھی وہ پندرہ دن گزار کے واپسی کو چل دیا۔ البتہ باجی کے کہنے کے مطابق آنٹی واقعی اچھی تھیں جو نچلے حصے میں بڑی بہو کے ساتھ تھیں لیکن اس کے لیے بھی فکر مند رہتی تھیں۔ وہ خود کو اکیلا محسوس نہ کرے اس کے لیے اکثر اسے بڑی بہو کے ساتھ باہر بھیج دیتیں لیکن وہ ان خواہشوں کا کیا کرتی جو اس کے وجود میں دب کر چنگاری بنتی جا رہی تھیں۔

وہ فواد بھائی کو دیکھ کر سوچتی کہ وہ ایسے خشک مزاج انسان کے ساتھ زندگی نہیں گزارے گی اور اب انہی کے جیسے اِک انسان کے نام پر دن گزرتے جا رہے تھے۔ باجی کا گھر ساتھ ہونے کے باوجود وہ بہت کم اُن کی طرف جاتی وہ بھی صرف احد کے لیے وگرنہ اس کمرے اور گیلری تک خود کو محدود رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ اسے باجی پر غصہ تھا خود تو شوہر کے ساتھ شہر در شہر گھومتیں جبکہ اسے قید خانے میں ڈال کر مطمئن تھیں۔ پہلے وہ صرف یہ چاہتی کہ ہم سفر دوست ہو، سراہنے والا ہو، محبت کا اظہار لفظوں کے حسین گلدستے کے ساتھ کرے اب تو غم بھلائے نہیں بھولتا تھا......

اسے دوست نہیں ملا لیکن جو ملا اس سے بات کرنے کو بھی ترسنے لگی، سراہنے کی خواہش دیواروں کو دیکھ، دیکھ کر دم توڑنے لگی، لفظوں کا گلدستہ تو خواب ہوا اب کوئی سادہ سے دو بول بولنے والا بھی میسر نہیں تھا۔

وہ ایسے بے کیف دن گزار، گزار کر تھک گئی سو اس نے امی کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا۔ خود ہی آن لائن ٹکٹ کرائی، آنٹی کو بتایا اور ڈرائیور اسے اسٹیشن چھوڑ گیا۔ اس نے باجی کو بتانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔

☆☆☆

اپنے شہر، اپنے گھر کا حسن کتنا دلکش ہوتا ہے وہ اسے ان دو دنوں میں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ امی اور باجی اس کے یوں چلے آنے پر ناراض تھیں لیکن اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ اس نے امی کو بھی سمجھانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ایسی کئی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔

''امی! میں رخشی کی طرف جا رہی ہوں۔'' اس نے کچن کے دروازے میں کھڑے ہو کر ان کو بتایا۔

''اسے ہی گھر بلا لو۔'' انہیں اس کا وہاں جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''وہ اپنی سسرال میں ہے۔'' رخشی اس کی شادی پر نہیں آ سکی تھی سو کافی عرصے بعد وہ ہی اس سے ملنے جا رہی تھی۔

''تم اس کی سسرال جاؤ گی؟'' انہیں حیرانی ہوئی۔

''آپ پریشان نہ ہوں زیادہ دور نہیں ہے۔'' وہ انہیں تسلی دیتی گھر سے نکل آئی۔

رخشی کا گھر ڈھونڈنے میں اسے زیادہ مشکل نہیں ہوئی۔ جب سے اسے پتا چلا کہ رخشی کا شوہر شاعر اور ادیب ہے وہ تب سے ہی اس سے ملنے کو بے تاب ہو رہی تھی۔ وہ رخشی کے سامنے دم سادھے بیٹھ کر وہ کہانیاں سننا چاہتی تھی جو اس کا شوہر کسی پہر بُنتا ہو گا، وہ شعر سننا چاہتی تھی جو اس کی محبت کے قلم میں ڈبو کر تحریر کیے گئے ہوں گے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے ملیں جیسے صدیوں کی بچھڑی ہوں۔ چائے کے سارے لوازمات شافیہ ساتھ لائی تھی جس پر رخشی اچھی خاصی خفا ہوئی تھی۔

''یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ ڈھیروں سامان دیکھ کر شرمندہ ہو رہی تھی۔

''یہ سب اس لیے کہ تم جلدی سے چائے بناؤ اور ہم اگلے مشن پر نکل جائیں، یہ صرف وقت بچانے کی کوشش ہے۔'' اس نے رخشی کے اعتراض کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔

''کون سا مشن......؟'' وہ حیران ہوئی۔

''آرٹس کونسل میں مشاعرے کی تقریب ہے اور اس بار غیر ملکی شعرا بھی آئے ہیں۔ امی سے تمہارے گھر کا کہہ کر آئی ہوں وگرنہ کسی صورت اجازت نہیں ملنی تھی۔'' وہ اسے یوں بتا رہی تھی جیسے کوئی معرکہ کر لیا ہو۔

''چھوڑو ناں یہ سب چلو اپنی باتیں کرتے ہیں۔'' رخشی کے جواب نے اسے حیران کر دیا۔

''میں نے سوچا تھا ایک شاعر کی سنگت تمہیں فنونِ لطیفہ سے محبت کرنا سکھا دے گی لیکن تم تو ویسی کی ویسی ہو۔'' اس کا انداز ایسا تھا کہ اسے رخشی کے لیے

افسوس ہو رہا ہو۔

''محبت تو نہیں سکھا سکا نفرت ضرور سکھا گیا۔''

اس کے جواب نے شافیہ کو جی بھر کے حیران کیا۔

''مطلب......؟''

''چھوڑو ناں...... اپنی پرانی باتیں کرتے ہیں۔'' رخشی اب بھی پرانی یادوں کو دُہرانے پر مصر تھی۔

''رخشی! تم چل رہی ہو یا میں جاؤں۔'' اس کا انداز ایسا تھا کہ وہ واقعی اٹھ کے چل دے گی۔

''اصل میں شاعر ویسے نہیں ہوتے شافیہ جیسا تم سوچتی ہو۔'' اس کی آواز یک دم بھرائی تھی۔ ''میں خوش تھی کہ جو چیز تمہیں نہیں مل پائی وہ مجھے مل رہی ہے، جو خصوصیات تم اپنے ہم سفر میں دیکھنا چاہتی تھیں ویسا انسان مجھے ملا لیکن وہ ساری خوشیاں ریت کی دیوار ثابت ہوئیں۔ وہ شاعر ہے، لفظوں کا ہنر جانتا ہے لیکن اس کے الفاظ کا ایک نقطہ بھی میرے لیے نہیں ہوتا، اس کی شاعری ارشاد، ارشاد سے شروع ہوتی ہے اور واہ، واہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ نزاکت، لطافت، شائستگی یہ سب باہر کی دنیا تک محدود ہے اور گھر میں وہ وہی انسان ہے جن کے لیے عورت کا وجود اہم نہیں ہوتا............ بلکہ نہیں میں اہم ہوں صرف اس حد تک کہ جب اس پر الہامی کیفیت طاری ہو میں اسے چائے پر چائے بنا کے دیتی رہوں۔'' کوئی اور ایسی باتیں کہتا تو وہ یقین کرنے کا سوچتی بھی نہیں لیکن یہاں تو رخشی تھی۔

''میں یہ سب بھی برداشت کر سکتی تھی لیکن وہ ساری، ساری رات گھر نہیں آتا، کوئی مستقل نوکری نہیں کرتا، یہاں صرف واہ، واہ ملتی ہے لیکن واہ، واہ سے پیٹ نہیں بھرتا۔ اسے میرے وجود سے زیادہ الفاظ کے سراہنے کی طلب ہے، میری بھوک بڑھتی جا رہی ہے، میرا وجود تشنہ ہے، پیاس نوکِ لب پر اٹکی ہے۔ ان چند مہینوں کے دوران میں نے اپنی قسمت پر رونے اور تمہاری قسمت پر رشک کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا۔'' رخشی کی باتوں نے اس کے الفاظ کھا لیے تھے۔ وہ گنگ سی اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

''ہاں شافیہ تم خوش قسمت ہو وہ تمہیں چاند لا کے دینے جیسے وعدے نہیں کرتا لیکن عزت تو دیتا ہے، تمہیں سراہے جانے کی بھوک ہو گی لیکن میں تمہیں یقین دلاتی ہوں پیٹ کی بھوک سب سے بڑی ہوتی ہے اور اگر اس بھوک سے بچ جاؤ تو باقی سب عارضی ہے۔'' وہ پھوٹ، پھوٹ کر رو رہی تھی لیکن شافیہ میں اسے چپ کرانے کی سکت نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے اٹھی اور اس لفظوں سے مہکتے بوسیدہ مکان سے باہر نکل آئی۔ اسے رخشی کے لیے افسوس ہونے لگا کہ اسے وہ انسان ملا جس کے نزدیک رشتے سے زیادہ بے جان لفظ معتبر ٹھہرے...... ہاں...، بے جان لفظ، یہ شافیہ کی ہی سوچ تھی۔

☆☆☆

وہ گیلری میں کھڑی ڈوبتے سورج کو نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ سامنے پارک میں کھیلتے بچوں پر توجہ مرکوز تھی۔ اب اداس لمحوں کو جینے کے بجائے اس نے نئی مصروفیات تلاش کر لی تھیں۔ کئی مہینوں بعد وہ انسان قریب تھا جس سے صرف پندرہ دنوں کی شناسائی تھی لیکن اس نے اسے جاننے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

''بات سنیے!'' وہ پارک میں کھیلتے بچوں کو دیکھنے میں مگن تھی جب وہ آہستگی سے اس کے پاس آ کے بولا۔

''جی۔'' وہ اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''یہ مجھے ایک مشاعرے کا دعوت نامہ ملا ہے، آپ جانا چاہیں گی۔'' وہ ہاتھ میں کوئی کارڈ پکڑے کھڑا تھا۔

''مجھے نہیں جانا۔'' اس نے بنا سوچے سمجھے فوراً انکار کر دیا لیکن مقابل کے چہرے پر اس انکار کا افسوس واضح نظر آیا تھا شاید یہ اکٹھے وقت گزارنے کا ایک بہانہ تھا۔

''لیکن ہم اکٹھے کہیں اور جا سکتے ہیں۔'' اس نے سنجیدہ مزاج فوجی کو نئی امید دی۔

''ہاں بالکل، آپ یہ پنک سوٹ پہن کر تیار ہو جائیے اور ہاں بال کھلے رکھیے گا۔'' وہ اس کی وارڈ روب سے ایک خوب صورت سوٹ نکالتے ہوئے بولا۔ اور تولیا پکڑے واش روم میں چلا گیا جبکہ اس کا ذہن ''بال کھلے رکھیے گا۔'' پر پھنس چکا تھا۔

کتنے سادہ الفاظ تھے لیکن اسے معتبر کر گئے تھے۔

❁❁❁